قندوز: عارضی قبضہ اور مضمرات

ڈاکٹر محمد اقبال خلیل

۲۸ستمبر ۲۰۱۵ء کو قندوز پر طالبان کا قبضہ ایک طویل منصوبہ بندی کا نتیجہ تھا۔ یہ ۲۰۰۱ء کے بعد ان کی ایک بڑی جنگی کامیابی تھی۔ قندوز افغانستان کے شمال میں ملک کا پانچواں بڑا شہر ہے جس کی آبادی ۳ء۵ لاکھ ہے۔ اگر چہ یہ قبضہ عارضی تھا اور محض چند روز تک محدود رہا، لیکن اس نے واشنگٹن میں پینٹا گان کے بزرجمہروں کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردیا۔ عالمی نشریاتی اداروں نے اس کو ایک بڑی خبر کے طور پر نمایاں طور پر پیش کیا۔ سی این این کے بین الاقوامی تبصرہ نگار نک روبرٹسن نے اس کو طالبان کے لیے ایک بڑا انعام قرار دیا۔ افغانستان میں امریکی اور ناٹو افواج کے تدریجی انخلا کے بعد ماہ جنوری میں صدر باراک اوباما نے امریکی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے کانگریس سے اپنے کلیدی خطاب میں کہا تھا کہ: ''اب ہم خود افغانستان کا گشت کرنے کے بجائے افغان سیکیورٹی فورس کو استعمال کریں گے، جن کی ہم نے خوب تربیت کی ہے''۔ لیکن قندوز کی حد تک افغان فوج یہ ذمہ داری پورا نہ کرسکی، جب کہ شہر سے محض تین کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ایئرپورٹ پر ہزاروں کی تعداد میں لڑاکا امریکی فوج موجود تھی۔ نک روبرٹسن نے طالبان کی جنگی حکمت عملی بتاتے ہوئے کہا کہ وہ اس سال ماہ اپریل سے اس کام پر لگے ہوئے تھے اور عید کی چھٹیوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے شہر میں آہستہ آہستہ داخل ہوئے اور بڑا حملہ کردیا۔

افغانستان کی وزارت داخلہ کے ترجمان صدیق صدیقی نے سب سے پہلے دنیا کو یہ خبر سنائی کہ: ''طالبان نے ۱۰ مختلف اطراف سے شہر پر حملہ کیا اور گورنر ہاؤس اور پولیس ہیڈکوارٹر پر پیر کی صبح ہی قبضہ کرلیا تھا۔ افغان آرمی کے جنرل مراد علی نے الزام لگایا کہ ان میں غیرملکی ازبک بھی

شامل تھے۔ افغان طالبان کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے اپنے ٹویٹر اکاؤنٹ میں لکھا کہ: ''طالبان قندوز میں افغان آرمی کا صفایا کر رہے ہیں۔ عام شہریوں سے کہا کہ وہ اپنے گھروں تک محدود رہیں''۔

● **طالبان کی حکمت عملی:** طالبان شمالی افغانستان کے کمانڈر حاجی قادر نے جن کا تعلق شمالی صوبے بدخشان سے ہے دعویٰ کیا کہ ہم نے گذشتہ سال ہی یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ جنوب کے بجاے شمال کی طرف جنگ پر توجہ دی جائے گی۔ اس لیے ہم نے چار شمالی صوبوں پر قبضے کا منصوبہ بنایا ہے۔ واقعی ایسا لگتا ہے کہ قندوز پر قبضہ ایک طویل حکمت عملی کا حصہ ہے۔ کیونکہ جب افغان آرمی نے قبضہ چھڑانے کے لیے نقل و حرکت شروع کی تو اس کو جگہ جگہ مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ قندوز کی جانب رواں افغان فوجی کانوائے بغلان صوبے میں رکاوٹوں اور حملوں کی وجہ سے مشکلات سے دوچار ہوئے۔ سڑک پر پتھر اور ریت کی بوریاں رکھ دی گئی تھیں۔ طالبان نے صرف قندوز شہر پر قبضہ نہیں کیا بلکہ قندوز صوبے کے ایک اہم ضلع چاردرہ پر بھی قبضہ کیا جہاں سے افغانستان کی ایک اہم شاہراہ گزرتی ہے، جو مزار شریف کو قندوز سے ملاتی ہے۔

قندوز شہر پر طالبان کا قبضہ عارضی تھا اور صرف تین دن تک رہا۔ اس دوران طالبان شہر اور بازار کے اہم مقامات پر موجود رہے۔ ان کے جھنڈے عمارتوں پر لہراتے رہے اور وہ گھر گھر تلاشی لیتے رہے۔ جمعرات کے دن افغان حکومت نے اعلان کیا کہ وہ شہر میں واپس داخل ہو چکی ہے اور اس نے طالبان کو وہاں سے نکال دیا ہے۔ اس دوران ہزاروں لوگ قندوز سے نکل گئے۔ انھوں نے ایئرپورٹ کا رخ کیا، جہاں سیکیورٹی فورسز بڑی تعداد میں موجود تھیں۔ شہر کی بجلی کاٹ دی گئی تھی۔ مقامی ٹی وی اسٹیشن اور ریڈیو کی نشریات بند ہو گئیں تھیں۔ طالبان کی قابض فوجوں نے ایسے افراد کی فہرستیں تیار کیں، جو ان کو مطلوب تھے اور ان کی تلاش میں وہ گھروں پر چھاپے مارتے رہے۔ طالبان لاؤڈ سپیکروں پر دکان داروں کو ہدایات دیتے رہے کہ وہ دکانیں کھول دیں۔

طالبان نے قندوز کے اس عارضی قبضے سے کیا حاصل کیا؟ ان کے کیا اہداف تھے اور وہ اس کے حصول میں کس حد تک کامیاب ہوئے؟

ایک مقصد تو بڑا واضح طور پر نظر آیا کہ انھوں نے قندوز جیل میں بند اپنے ۶۰۰ ساتھیوں کو چھڑا لیا جو کافی عرصے سے وہاں قید تھے۔ دوسرا بڑا فائدہ ان کو بھاری تعداد میں اسلحے کی صورت

میں ہوا جو انھوں نے سیکڑوں گاڑیوں میں ڈال کر اپنے ٹھکانوں کو روانہ کیا۔ ان میں وہ بکتر بند امریکی ساختہ گاڑیاں بھی بڑی تعداد میں شامل تھی جو افغان آرمی اور پولیس کے زیر استعمال رہتی ہیں۔ مال غنیمت میں ۱۵۰ گاڑیوں کے علاوہ بھاری مشین گنوں، مارٹر توپوں، کلاشنکوف رائفلوں اور بارودی مواد کے بڑے ذخیرے طالبان کے ہاتھ لگے۔ تیسری اہم چیز جو طالبان کے ہاتھ آئی وہ بھاری رقوم اور غیر ملکی کرنسی ہے، جو قندوز شہر کے بنکوں اور خزانے میں موجود تھی۔ افغان آرمی نے جب قندوز پر دوبارہ قبضہ کیا تو انھوں نے ۲۰۰ طالبان مجاہدین کو مارنے کا دعویٰ کیا لیکن طالبان اپنا نقصان بہت کم بتاتے ہیں۔

● **قندوز ہسپتال پر بمباری:** قندوز پر طالبان کا قبضہ تو چند روز میں ختم ہوگیا، لیکن ۳/اکتوبر کو ایک اندوہناک واقعے نے امریکی افغان فوج کی اس کامیابی کو سانحے میں بدل دیا۔ امریکی فضائیہ کے طیاروں نے قندوز کے رفاہی ہسپتال کو نشانہ بنایا اور کئی گھنٹے تک اس پر بموں اور میزائلوں سے حملہ کرتے رہے۔ اس ظالمانہ اور مجرمانہ فعل نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ قندوز ہسپتال میں زیر علاج بچے، عورتیں اور عملہ اس کا نشانہ بنے اور ۲۲/افراد موقعے پر ہلاک اور درجنوں زخمی ہوگئے۔

قندوز ہسپتال بین الاقوامی نوبل انعام یافتہ ادارہ Médecins Sans Frontières International (MSF) چلاتی ہے۔ سرحدی پابندیوں سے آزاد طبی امداد کا یہ ادارہ بنیادی طور پر فرانسیسی این جی او ہے۔ کئی یورپی ملکوں میں اس کی شاخیں قائم ہیں جو پوری دنیا میں شورش زدہ علاقوں میں کام کرتی ہے۔ قندوز ہسپتال شمالی افغانستان میں اہم ترین طبی مرکز تھا جس سے کئی صوبوں کے عوام استفادہ کرتے ہیں۔ اس جنگ کے دوران بھی انھوں نے اپنی خدمات جاری رکھیں اور زخمی شہریوں، بچوں، عورتوں کو طبی امداد بہم پہنچاتے رہے۔ ہسپتال میں عملے کی تعداد ۲۰۰ تھی۔ امریکی حکام نے بعد میں یہ وضاحت پیش کی کہ ہم سے افغان آرمی نے درخواست کی تھی کہ ہسپتال کے احاطے میں طالبان چھپے ہوئے ہیں، اس کو ہدف بنایا جائے۔ چنانچہ ہم نے فضائی کارروائی کی۔ لیکن یہ معذرت بذات خود ایک بڑے جرم کا اعتراف ہے کہ یہ کارروائی سوچ سمجھ کر کی گئی اور اس دوران ہسپتال انتظامیہ بھی افغان حکومت سے اپیل کرتی رہی کہ میڈیکل عملے کے ارکان اور مریض مر رہے ہیں، لیکن پھر بھی حملہ جاری رہا۔ یہ سفاکانہ حملہ مسلّمہ بین الاقوامی اصولوں کی کھلی خلاف ورزی اور جنگی جرم ہے جس کا ارتکاب امریکی افواج نے کیا۔ امریکی صدر نے رسماً

دوحرفی معذرت پیش کی۔ ایم ایس ایف نے احتجاجاً اپنی خدمات واپس لے لی ہیں۔

● **پاکستان پر الزام:** قندوز پر قبضے کا ایک سیاسی پہلو بھی برآمد ہوا۔ افغان حکومت نے اپنی شکست اور کمزوری کو چھپانے کے لیے پرانا نسخہ استعمال کیا۔ شروع میں تو کہیں بھی پاکستان کا نام نہ تھا۔ قندوز کے گورنر، پولیس چیف اور وزارت داخلہ سمیت کسی نے بھی پاکستان پر الزام عائد نہیں کیا، لیکن بعد میں ان کو خیال آیا کہ یہ موقع ہے پاکستان پر دشنام طرازی کا۔ سب سے پہلے افغان جاسوسی ادارے کے سابق سربراہ امراللہ صالح نے جو حامد کرزئی کی حکومت میں رہے تھے، کہا کہ: ''جس انداز میں اور جس بڑے پیمانے پر ایک منظم طریقے سے طالبان نے قندوز پر حملہ کیا، وہ ثبوت ہے طالبان کی طرف سے پاکستان کی حمایت کا۔ پوری دنیا کو اور خاص طور پر امریکا کو اس کا نوٹس لینا چاہیے''۔ اس کے بعد افغان چیف ایگزیکٹیو ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ نے باقاعدہ طور پر پاکستان کے لیے سخت الفاظ استعمال کیے۔ افغان صدر ڈاکٹر اشرف غنی نے اگرچہ اس موقعے پر پاکستان کو موردالزام نہیں ٹھیرایا، لیکن وہ تو اس سے پہلے ہی پاکستان کو برادر ملکوں کی فہرست سے نکال چکے ہیں۔ پاکستانی فوج کے ترجمان نے ان الزامات کی سختی سے تردید کی۔

قندوز میں افغان آرمی کی شکست کابل حکومت کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ اس نے امریکی معاونت سے ملک میں ایک اتحادی سیاسی حکومت تو بنالی ہے لیکن وہ افغانستان کو ایک مؤثر اور مضبوط قیادت فراہم کرنے میں کامیاب نظر نہیں آتی۔ طالبان کی اٹھان اور ان کی جنگی حکمت عملی کے مقابلے میں کابل کی افواج کی کمزوریاں اس حکومت کے لیے بہت بڑا چیلنج ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں افغان فوج اور پولیس کی موجودگی میں ایک بڑے شہر پر قبضہ اس کے لیے ایک بڑا تازیانہ ہے، اور ملک میں حکومت کی گرفت کمزور ہونے کے امکان کو بڑھاتا ہے۔

● **طالبان قیادت کو لاحق خطرات:** دوسری طرف طالبان کے نئے لیڈر مُلّا اختر منصور جو شروع میں خود طالبان کی صفوں میں متنازع دکھائی دیتے تھے، اب آہستہ آہستہ نہ صرف اپنی قیادت کو مستحکم کرتے اور مسلسل جنگی فتوحات بھی حاصل کرتے جارہے ہیں۔ الجزیرہ ٹی وی کی رپورٹ کے مطابق انھی دنوں میں طالبان نے شمالی صوبوں بدخشاں، بغلان اور تخار میں بھی ایک ایک ضلع پر قبضہ کیا ہے۔ البتہ خود مُلّا اختر منصور کی مشکلات بھی اپنی جگہ موجود ہیں۔ ان کو رہبری شوریٰ کے

۱۸ارارکان میں سے کم از کم پانچ اہم ارکان کی مخالفت کا سامنا ہے۔ البتہ فی الحال طالبان کی سربراہی کے لیے کوئی متبادل نام بھی سامنے نہیں ہے۔ مُلّا منصور کی داخلی مشکلات کے ساتھ ساتھ ایک بڑا مسئلہ افغانستان میں داعش تنظیم کا قیام ہے۔ گذشتہ سال مُلّا منصور نے طالبان کے قائم مقام امیر کی حیثیت سے داعش کے سربراہ ابوبکر البغدادی کو ایک خط لکھا تھا، جس میں اس سے اپیل کی گئی تھی کہ وہ اس خطے میں اپنی شاخ قائم نہ کریں کیونکہ یہاں طالبان ایک بڑی تحریک کی شکل میں متحرک اور موجود ہے، جو امریکی افواج کا مردانہ وار مقابلہ کر رہی ہے۔ لیکن اس اپیل کا کوئی فائدہ نہ ہوا، اور داعش نے خراسان کے نام سے موسوم اس پورے علاقے کے لیے اپنے نمایندے مقرر کر دیے اور کئی افغان طالبان کمانڈر حافظ سعید خان کی سربراہی میں اس سے جا ملے۔

مُلّا محمد عمر کے دو سال پہلے انتقال کی خبر نے بھی طالبان کی کمزوری میں اضافہ کیا اور اب داعش افغان نوجوانوں کو جگہ جگہ بھرتی کر رہی ہے۔ بعض مقامات پر طالبان تحریک سے مڈبھیڑ بھی ہو رہی ہے۔ غالباً طالبان کی نئی جنگی حکمت عملی اور مہم جوئی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ زیادہ بڑی سرگرمیاں دکھا کر افغانستان میں جہاد سے منسلک عنصر کو اپنے سے جوڑ کر رکھنا چاہتی ہے۔ اس طرح وہ نہ صرف افغانستان میں اپنی پوزیشن برقرار رکھنا چاہتے ہیں بلکہ غیر ملکی افواج کے مکمل انخلا اور امریکی دل چسپی کی کمی کی صورت میں ملکی اقتدار پر قبضے کی اپنی خواہش کو بھی پورا کرنا چاہتے ہیں۔

پاکستان اور چین کی کوششوں سے افغان حکومت اور طالبان کے نمایندوں کے درمیان مذاکرات کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا، بدقسمتی سے اس کے دوبارہ احیا کے امکانات معدوم ہوتے جارہے ہیں۔ افغان حکومت واضح طور پر پاکستان مخالف جذبات کی اسیر نظر آتی ہے۔ اس میں یقیناً بھارتی لابی کا بھی کردار ہوگا جو افغانستان کے معاملات میں پاکستان اور چین کی شرکت نہیں چاہتی۔ تاہم کابل کی قیادت کو یقیناً یہ بات سمجھنی ہوگی کہ پاکستان سے دُوری اور بگاڑ پیدا کر کے وہ پاکستان سے زیادہ اپنے مفادات کو نقصان پہنچا رہی ہے، جس کے دور رس نتائج ہوں گے۔ بلاشبہہ طالبان تحریک اس وقت اتنی قوت نہیں رکھتی کہ وہ بڑے شہروں پر مستقل قبضہ کر سکے، لیکن وہ ایک مستقل مزاحمتی تحریک کی حیثیت سے بھی اگر اپنی حیثیت برقرار رکھتی ہے تو پھر افغانستان میں امن و سلامتی کا قیام محض ایک خواب ہی رہے گا۔